ڈاکٹر روبینہ شہناز

تحقیق کے لوازمات

Research is a process of finding facts, their confirmation and differentiating between right and wrong. In this article various aspects of research methodology are discussed with reference to research traditions of different disciplines.

تحقیق حقیقت کی تلاش اور حقائق کی بازیافت ہے جو مختلف ذرائع سے حاصل کیے جانے والے اعداد و شمار کی چھان بین کے بعد نئی معلومات پیش کرتی ہے۔ گویا تلاش و جستجو کے ذریعے حقائق کو معلوم کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام تحقیق ہے۔ اس میں صحیح اور غلط کے مابین امتیاز کیا جاتا ہے۔ بقول مالک رام

> ''تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کھرے کھوٹے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا ہے۔'' (اردو میں تحقیق)

تحقیق ایک موزوں، متوازن اور فکری لائحہ عمل ہے جو حقائق کو معلوم کرنے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ پروفیسر محمد حسن کے خیال میں:

> ''تحقیق مخصوص حالات میں اور مخصوص شواہد اور روایات کی روشنی میں اس صداقت کی تلاش ہے جو محقق کی دسترس میں ہو یا اس کی دسترس میں ہو سکتی ہو۔'' (ادبی تحقیق کے بعض مسائل، ص ۱۲۵)

یعنی تحقیق کی ابتدا کسی مسئلے یا موضوع سے ہوتی ہے۔ پھر حقائق کی کھوج کا عمل شروع ہوتا ہے اور مواد جمع کیا جاتا ہے۔ پھر مواد کو تنقیدی تجزیے کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور شہادت کی بنیاد پر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مشاہدے پر زور دیا گیا ہے اور دن، رات، سورج، چاند وغیرہ کو حقائق تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ذکر ہوتا ہے کہ ہم نے اس دنیا کو غیر حقیقی طور پر پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حس و ادراک کی جو قوتیں بخشی ہیں، قرآن پاک میں ان کے بھرپور استعمال کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ انسان کے لیے لازم ہے کہ حس و ادراک کو

استعمال میں لانے اور صحیح سمت کا تعین کر کے اسرار و رموز کے پردے چاک کرنے میں مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔ مسلمانوں نے جس قسم طریقہ تحقیق کو اسلام کے بعد اپنایا اور جو اصول مرتب کیے، وہ اصول آج بھی تحقیق وتنقید میں سب سے بالاتر نظر آتے ہیں اور مسلمانوں کے مرتب کردہ اصول روایت اور درایت سے مغربی مفکرین ونقاد تحقیق میں مستفید ہو رہے ہیں۔

مسلمان محققین کا روایت کے متعلق جو طرز عمل رہا ہے اور جن اصولوں پر وہ کاربند رہے ہیں مولانا شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النبی'' میں ان کی تفصیل یوں پیش کی ہے۔

i۔ راوی تنہا نہ ہو بلکہ اس روایت کو دوسروں نے بھی بیان کیا ہو۔

ii۔ راوی تنہا ہے تو روایت عقل و دلائل کے خلاف نہ ہو۔

iii۔ راوی نے روایت میں بعینہ وہی الفاظ استعمال کیے ہوں جو حضورؐ نے فرمائے یا اپنے الفاظ میں مطلب ادا کیا ہو اگر مطلب ادا کیا ہے تو اس امر کی شہادت ضروری ہے کہ اصل الفاظ اور بیان کیے ہوئے الفاظ میں معنی کا فرق تو نہیں ہے۔

iv۔ روایت کے راوی معتبر اور مستند ہوں۔

v۔ روایت متواتر ہو اور کہیں منقطع نہ ہوئی ہو۔

vi۔ یہ دیکھا جائے کہ جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں کس قدر اصل واقعہ ہے اور کس قدر قیاس پر مبنی ہے جو بھی واقعہ قیاس ہوتا اسے تحقیق سے نکال دیا جاتا۔

vii۔ روایت میں عمر کا لحاظ بھی رکھا جاتا۔ کمسن لڑکے کی روایت ان واقعات میں معقول سمجھی جاتی جن کا تعلق دیکھنے سے ہوتا لیکن جو باتیں ''نقلیات'' میں شامل ہیں۔ مثلاً فتویٰ یا داشت اس میں ان کی روایت قبول نہیں ہوتی۔

viii۔ یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ واقعہ کی نوعیت بدلنے سے شہادت اور روایت کی حیثیت کہاں تک بدل جاتی ہے مثلاً ایک راوی جو ''ثقہ'' ہے ایک ایسا معمولی واقعہ پیش کرتا ہے جو عموماً پیش آتا ہے یا پیش آ سکتا ہے تو بے تکلف روایت تسلیم کر لی جائے گی لیکن وہی راوی ایسا واقعہ بیان کرتا ہے جو غیر معمولی ہے یا عام تجربے کے خلاف ہے یا ماحول اور گردوپیش سے مناسبت نہیں رکھتا تو وہ واقعہ محتاج ثبوت ہوگا۔

مسلمانوں میں تحقیق واقعات کا دوسرا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا ہے اسے عقلی شہادت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس اصول کو ''درایت'' کہا گیا۔ درایت کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے راویوں کا نام دریافت کیا جائے، پھر دیکھا جاتا کہ وہ ''ثقہ'' ہیں یا نہیں پھر ان کی شہادت لی جاتی ہے۔ جب حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی تو درایت سے کام لیا گیا۔ محدثین نے درایت کے یہ اصول منضبط کیے:

i۔ جو حدیث راویت کی گئی ہو اس میں فضول باتیں شامل نہ ہوں۔

ii۔ روایت مشاہدے کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔

iii۔ کوئی روایت دوسری بہت سی صریح روایتوں کے خلاف نہ ہو۔

iv۔ روایت حقیقی صورت حال اور دلیل سے عاری نہ ہو۔

v۔ روایت جو انبیاء کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو۔

vi۔ وہ روایت میں آئندہ واقعات کی پیش گوئی بحوالہ تاریخ موجود ہو، درست نہیں۔

vii۔ خلاف عقل باتیں بھی روایت کو غلط ثابت کرتی ہیں۔

viii۔ وہ روایتیں جو قرآن کے خلاف ہوں، غلط ہوں گی۔

ix۔ جس حدیث یا روایت کے الفاظ رکیک ہوں وہ غلط ہوگی۔

تحقیق میں درج ذیل امور کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

i۔ کیا دستاویز اصل ہے؟ اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ قطعی درست ہے؟

ii۔ کیا بیان کردہ واقعات من وعن درست ہیں؟

iii۔ کیا بیانیہ دستاویز اپنے دعویٰ میں سچی ہے؟

iv۔ مصنف یا راوی کا وہ کونسا جذبہ تھا جس کی بنا پر اس نے یہ واقعہ بیان کیا؟

v۔ مصنف یا راوی کا میلان طبع کس طرف تھا؟

vi۔ کیا اسے کسی مالی فائدے کی توقع تھی؟

vii۔ کیا واقعہ اسی طرح کسی اور نے بھی بیان کیا ہے؟

viii۔ کیا تحریر کی زبان اور انداز بیان راوی یا مصنف کی دوسری دستاویز سے ملتا جلتا ہے یا پھر کسی نے یونہی اس کے نام سے منسوب کر دیا ہے؟

ix۔ مآخذ کا کتنا حصہ ذاتی مشاہدے پر مبنی ہے اور کتنا دوسروں سے لیا گیا ہے؟

x۔ کیا راوی یا مصنف دیانت دار، سچا، صاحب علم، غیر جانبدار اور باہوش تھا؟

xi۔ کیا تحریر کسی لالچ یا خوف کی بنا پر یا محکوم ہونے کے باعث خوشامد کے طور پر تو نہیں لکھی گئی؟

xii۔ اس زمانے کے رسم ورواج، معاشرتی اقدار، سماجی حالات، نسلی وقومی ماحول اس کی تحریر یا تصنیف سے اجاگر ہوتا ہے یا اس میں بعد کے واقعات بھی شامل کر دیے گئے ہیں اگر ایسا ہے تو مشکوک ٹھہرے گا۔

xiii۔ تحریر کی زبان خوب صورتی کی حامل ہے۔ کیا وہ راوی یا مصنف کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے یا اس میں جدید الفاظ بھی ملتے ہیں جو اس زمانے میں رائج نہ تھے۔

xiv۔ مصنف کے استاد یا اتالیق کون تھے؟

xv۔ اس کا ملک زبان اور مذہب کیا تھا؟

xvi۔ مصنف یا راوی میں مشاہدہ کرنے کی صلاحیت واہلیت کیسی تھی؟
xvii۔ حالات وواقعات سن کر لکھے یا آنکھوں سے دیکھے؟
xviii۔ کسی عناد یا رغبت کا شائبہ تو نہیں؟
xix۔ واقعہ قلمبند کرتے وقت اس کی عمر کتنی تھی کیا اس قابل تھا کہ علمی مباحث کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے۔
xx۔ کیا اس کا کسی گروہ، قوم، ملک، افراد یا سیاسی جماعت سے لگاؤ یا دشمنی تھی؟
xxi۔ کیا اس نے آنے والی نسلوں کو خوش کرنے کے لیے تو نہیں لکھا؟
xxii۔ اس نے تحقیق میں کون کون سے ماخذ استعمال کیے۔

یہی وہ زریں اصول روایت ودرایت ہیں جن پر مسلمان محققین اور محدثین نے تدوین حدیث میں سختی سے عمل کیا اور واقعات کے بیان میں انتہائی احتیاط برتی۔ مسلمان محققین قابل تعریف ہیں کیونکہ ان کے بنائے ہوئے اصولوں کی یورپ والوں نے نقل کی۔ بقول شبلی نعمانی:

> ''یورپین ہر واقعے کی علت تلاش کرتے ہیں اور ان کی معلومات زیادہ تر قیاس پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس میں ان کی خود غرضی اور ناقص مطمح نظر کا دخل ہوتا ہے لیکن اس کے برخلاف مسلمانوں نے سچائی اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ان واقعات کا اس کے مذہب اور عقیدے پر کیا اثر ہوگا اور بعض اوقات وہ سچائی پر اپنے عقیدے اور قومیت کو بھی قربان کر دیتے تھے۔''
>
> (سیرت النبیؐ ۔ (مقدمہ) جلد اول۔ ص ۸)

روایت اور درایت کے مذکورہ اصولوں کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی فن کس قدر بلند تھا۔ علما، محدثین اور ناقدین نے تصحیح روایت کے لیے کتنی محنت اور جانفشانی، دیدہ ریزی اور دقت رسی کا التزام کیا تھا۔

تحقیق ایک منظم جستجو کا عمل ہے۔ جس کے ذریعے پریشان کن مسائل کا حل ڈھونڈنے، علم میں اضافہ کرنے، حقائق کو معلوم کرنے، اصول وضع کرنے اور مستقبل کے متعلق پیش گوئی کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تحقیق میں سب سے اہم اور بنیادی حیثیت موضوع کو حاصل ہے۔ یعنی جس موضوع پر لکھا گیا ہے وہ واقعی اہم اور استفادے کا حامل ہو اور یہ کہ وہ مقالہ علم میں اضافے کا سبب بنا ہو نہ کہ لائبریری میں کتاب کے اضافے کا۔ تحقیق کے لیے ایسا موضوع چنا جائے جس پر کام کرنا واقعی ضروری ہو۔ جس کے بغیر علم و ادب میں تشنگی پائی جاتی ہو اور جس کی تکمیل کے بعد وہ قارئین کے علم و دانش میں آگہی کے نئے چراغ روشن کرے۔ جس سے سوچ کے نئے سوتے پھوٹ نکلیں جو ٹھوس دلائل کی روشنی میں حقائق کا انکشاف کرے اور جو پوشیدہ و تاریک گوشوں کو علم کی کرنوں سے منور کر کے آنکھوں کے سامنے لے آئے۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کے خیال میں:

"تحقیق نئے حقائق کی جستجو ہے۔ تحقیقی کام کے آغاز میں جو بات بے حد اہم ہے وہ
تحقیقی موضوع کا انتخاب ہے۔" (مقدمہ: "اردو میں اصول تحقیق" ص ۱۸)

جس موضوع پر تحقیق کی جاتی ہے اس میں متعلقہ موضوع پر نئی بات کہی جاتی ہے یا نیا پہلو تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ بات بالکل نئی ہو۔ موضوع پر پہلے سے موجود مواد میں جدید معلومات کا اضافہ یا ان کی نئی تعبیر بھی تحقیق ہے۔ پہلے سے تحقیق شدہ موضوع کے نئے پہلو تلاش کرنا یا اس کے نئے پہلو پر بحث کرنا یا روشنی ڈالنا بھی تحقیق ہے۔ تحقیق کا مرکز کوئی موضوع یا مسئلہ ہوتا ہے جسے حل کیا جاتا ہے یا کوئی نئی بات یا پہلے کہی ہوئی بات کی تصحیح یا اس کا نیا پہلو دریافت کیا جاتا ہے۔

تحقیق میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تحقیق سے علم میں اضافہ ہونا ضروری ہے صرف کتاب لکھنا تحقیق نہیں کہلاتا۔

موضوع کے بعد دوسری اہم چیز مقالے کی ابواب بندی اور عنوانات میں تقسیم ہے۔ مقالے کے ابواب اور عنوانات ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ کس جانفشانی، تگ و دو اور عرق ریزی سے لکھا گیا ہے اور اس میں کس قدر مواد موجود ہے جو موضوع کی تکمیل کرتا ہے۔ مقالے کے عنوانات اگر علم و آگہی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں، ادب میں نئے سرمائے کا اضافہ ہوتا ہے تو یہ معیاری ادبی مقالہ کہلا سکتا ہے۔ مقالے کے عنوانات و ابواب ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم و ادب میں اس کی حیثیت کیا ہے، اس کے ذریعے کون کون سے راز منکشف ہوئے اور یہ علم میں کس قدر اضافے کا سبب بنا۔

پیش لفظ یا دیباچہ بھی تحقیق میں اہمیت کا حامل ہے اس کے ذریعے محقق مقالہ لکھنے کے اغراض و مقاصد، مواد کے حصول کے ذرائع، مقالے میں زیر بحث مواد کا تجزیہ اور مقالے کی ادب میں اہمیت کے متعلق بتاتا ہے۔ فہرست ابواب اور دیباچہ پڑھ کر مقالے کی اہمیت، اغراض و مقاصد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دیباچے کی تحریر کا اسلوب بھی مقالے کی دلچسپ اور کارآمد ہونے یا خشک یا بیکار ہونے کا پتا دیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر ش۔ اختر:

> "..... (دیباچہ) لکھتے وقت دو اہم باتیں ذہن میں ضرور رکھنی چاہئیں اس میں موضوع کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا جائے۔ اگر تعارف ہی خشک، بھونڈا اور مضحکہ خیز ہوگا تو مقالے کا قاری خواہ وہ ممتحن ہی کیوں نہ ہو، دلچسپی سے نہیں پڑھے گا۔ اس کے علاوہ ان ابتدائی چند صفحات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مقالہ کیسا ہے اس لیے دیباچہ جو مقالے کا پہلا باب ہوتا ہے، خاصی اہمیت کا حامل ہے۔"
>
> ("موضوع کا انتخاب" ص ۱۳۳)

موضوع کے بعد نہایت اہم چیز ماخذ ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ ہر بات کو اپنی آنکھ سے پڑھیں اور براہ راست اصل ماخذ سے رجوع کریں۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

"تحقیق کا بنیادی اصول یہی ہے کہ ہمیشہ اصل مآخذ سے براہ راست رجوع کیا جائے۔" (تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول، ص ۴۰)

تحقیق میں حصول مواد نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اسی پر تمام تحقیق کا دارومدار ہے۔ اس مرحلے پر جمع کردہ مآخذ اور دستاویزات سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ مواد کی فراہمی کے بعد تحقیق کے سلسلے میں مواد کی تشریح و توضیح اور مواد کا سائنسی تجزیہ دو نہایت اہم کام ہیں۔ مواد کے تجزیے سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں اور حقائق کو پرکھا جاتا ہے۔ تحقیق بنیادی مصادر سے معیاری بنتی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایک محقق کو مجبوراً ثانوی مصادر سے بھی استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ مآخذ اور دستاویزات پر تنقید کے ضمن میں سید جمیل احمد رضوی لکھتے ہیں۔

"مصادر کی جمع آوری کے بعد ان کو دیکھنا چاہیے کہ یہ کس حد تک قابل اعتبار ہیں۔ اس طرح تحقیق میں متعلقہ دستاویز کا استعمال نہایت ضروری ہوتا ہے۔ محقق جب اپنے زیر تحقیق مسئلے کے بارے میں تمام شہادت جمع کر لیتا ہے تو پھر ان جمع کیے ہوئے حقائق کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان سے نتائج نکالے جاتے ہیں۔"
(دستاویزی طریق تحقیق" ص ۱۷۴، ۱۸۱)

تحقیق میں داخلی اور خارجی شہادت بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یعنی کسی واقعے کو پرکھنے کے لیے خارجی شواہد کے لیے تذکروں اور تاریخوں کے علاوہ بعض مرتبہ معمولی رسائل بلکہ اخبار بھی نہایت اہم ثابت ہوتے ہیں۔ داخلی شہادت سے متعلقہ شخصیت کا جائزہ تاریخی ترتیب کے ساتھ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذہن کی تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ داخلی شہادت کے لیے سب سے پہلا مواد کسی مصنف کی تخلیقات ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ غرض ایک معیاری تحقیقی مقالے میں اصلی و مستند مآخذ کا ہونا مکمل تفصیل طلب اور کارآمد مواد اور اس کی تشریح و توضیح نیز تمام ماخذ اور مواد کی داخلی و خارجی شہادت کے ساتھ ساتھ اس کا سائنسی تجزیہ ازبس ضروری اور اہم ثابت ہوتا ہے۔

مسودے کی تیاری یعنی ماخذ کی تلاش، مصادر کی جمع آوری اور مواد کی تشریح و توضیح اور مواد کے سائنسی تجزیے کے بعد جو چیز مقالے کو مستند اور معیاری بناتی ہے وہ اقتباس ہے۔ محقق اس کے ذریعے اپنے مفروضوں اور دلیلوں کو ثابت کرتا ہے۔ اقتباس وہ عبارت ہوتی ہے جو محقق اپنی رائے کے درست ہونے کی دلیل کے طور پر اپنے مقالے میں بطور ثبوت پیش کرتا ہے تاکہ اس کی ذاتی رائے اور مفروضہ قابل اعتبار قرار پائے۔ یہ عبارت واوین میں درج کی جاتی ہے اور اصل عبارت سے الگ زیادہ حاشیہ چھوڑ کر تحریر کی جاتی ہے تاکہ نمایاں نظر آئے۔ بقول عبدالستار دلوی

"بہر حال اگر اقتباس پیش کرنا ناگزیر بن جائے تو ان کو جہاں تک ہو مختصر شکل میں دینا چاہیے اس کے شروع اور آخر میں ... (اس طرح کے نقطوں) کا استعمال

کرنا چاہیے اور اقتباس کے ماخذ کا تذکرہ ذیلی اشارات کی شکل میں کرنا چاہیے۔"

(مقالہ کی پیش کش،ص ۲۴۳)

مقالے میں حوالہ جات کا مستند ہونا تحقیق کا بنیادی تقاضا ہے۔ تحقیقی عمل میں محقق کے ذاتی افکار و خیالات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی کاوش بھی اس کے تحقیقی مقالے میں شامل ہو جاتی ہیں ان کاوشوں کا اعتراف کر لینے کے لیے حوالہ دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حوالہ اقتباس کے ماخذ کی اطلاع دیتا ہے۔ کرنل غلام سرور کے مطابق:

> "علمی تحقیق کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ ضبط تحریر میں لایا جائے یا جس بات کا زبانی اظہار کیا جائے اس کی ٹھوس بنیاد موجود ہو اور اس کے ثبوت میں مستند حقائق اور شواہد فراہم کیے جائیں۔ ایسا تحقیقی مقالہ جس میں دلائل کے ساتھ حوالہ جات نہ دیئے گئے ہوں۔ ہرگز معیاری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اسے ایک فرد کے اپنے ذہن کی اختراع تصور کیا جاتا ہے۔" (حوالہ جات کا طریقہ کار،ص ۱۸۱)

حوالے میں مصنف رمرتب کا نام، کتاب کا نام، مقام اشاعت، سال اشاعت ایڈیشن اور صفحے نمبر وغیرہ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ کسی بھی حوالے کو حاشیے میں درج کرنے کے دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ مضمون یا کتاب کے ہر باب میں ہر صفحے پر حواشی کے نمبر ا۔۲ سے شروع کیے جائیں اور صفحہ ختم ہونے کے بعد نئے صفحے پر حواشی کے نمبر از سر نو ا۔۲ سے درج کیے جائیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مضمون یا کتاب کے کسی بھی باب یا حصے کے ختم ہونے تک حواشی کے نمبر مسلسل لکھنے چاہیے۔ یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے خاص طور پر جب مقالے کو ٹائپ کرنا ہو تو یہ طریقہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ (حوالہ نگاری کا فن از ڈاکٹر نسیم کاشمیری،ص ۲۳۱)۔ حوالے معتبر نہیں تو تحقیق کے نقطہ نظر سے قابل قبول ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

تعلیقات کسی تحقیقی مقالے کا لازمی جزو تو نہیں تاہم تحقیق کے دوران جب ایسے مرحلے آتے ہیں جہاں بات آسانی سے نہیں سمجھائی جا سکتی یا کسی خاص اصطلاح، واقع، بیان، جگہ، مقام یا نام کے بارے میں قارئین کو بتانا پڑتا ہے تو اس وقت محقق حاشیے میں ان تفصیلات کا ذکر کرتا ہے۔ گویا تعلیقات کسی متن سے متعلق اپنی تفصیلات ہیں جو متن کے بارے میں اضافی معلومات کا سبب تو ہوں لیکن ناگزیر نہ ہوں۔ (حواشی و تعلیقات از ڈاکٹر ارشاد احمد شاکر،ص ۱۹۲)

تحقیق میں موضوع، مواد کی پرکھ، داخلی و خارجی شہادت اور ماخذ کے مستند ہونے کے ساتھ ساتھ محقق کا طرز تحریر یا اسلوب بھی تحقیق کے بنیادی تقاضوں میں اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ انداز بیان ہی قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ محقق کا انداز بیان واضح، صریح اور منطقی ربط کے ساتھ سادہ ہو، طنزیہ، جنگ آمیز انداز بیان یا بے جا تشبیہات و استعارات سے گریز کرنا چاہیے۔ ثقیل الفاظ سے گریز کیا جائے اور فصاحت، قطعیت اور استدلال کے ساتھ اپنی بات تحریر کی جائے۔ بقول جمیل جالبی:

"تحریر اسی وقت سدابہار بنے گی جب کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ بات کہی گئی ہو جب اس میں علم و فکر کے جوہر شامل ہوں۔ایسی تنقیدی تحریریں ادبی رفعت کی حامل ہوں گی۔" (تنقیدی اور تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول،ص ۶۲)

تحقیق میں سنجیدہ تحریر سے احتراز اور آرائش بندی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ہر لفظ کے استعمال میں پوری احتیاط برتی جائے۔تحقیق کی زبان کو مبالغے سے پاک ہونا چاہیے۔غیر ضروری صفاتی الفاظ کا استعمال کسی طرح جائز نہیں۔مبالغہ تحقیق کے لیے سم قاتل سمجھا جاتا ہے۔ڈاکٹر گیان چند جین:

"الفاظ کا استعمال بہت ناپ تول کر ریاضی کی صحت کے ساتھ ساتھ کیجئے عبارت آرائی کے جوش میں مبالغہ نہ ہو جائے۔" (مقالے کی تسوید،ص ۲۲۵)

مقالے میں تحقیق کا تجزیہ یا نچوڑ مختصر الفاظ میں اختتامیہ میں پیش کیا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محقق کہاں تک اپنی تحقیق میں کامیاب ہوا اور اس نے کس حد تک علم و ادب میں اضافہ کیا۔ایک معیاری تحقیقی مقالے کے آخر میں کتابیات بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محقق نے کن کتب کا مطالعہ کیا۔کتابیات پر ایک نظر ڈالنے سے تحقیقی کام کا تجزیہ ہو سکتا ہے۔اس لحاظ سے کتابیات تحقیقی مقالے کی جان ہوتی ہیں۔بقول ڈاکٹر جمیل احمد رضوی:

"کہا جاتا ہے کہ کتابیات کے بغیر ذخیرہ علم خاموش ہے اس سے کتابیات کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔" (دستاویزی طریق تحقیق:ص ۱۲۷)

غرض اوپر بیان کیے گئے تحقیق کے بنیادی تقاضوں یا لوازم کا خیال رکھ کر ہی ایک معیای تحقیقی مقالہ تحریر کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات

۱۔ مالک رام"اردو میں تحقیق""مشمولہ"تحقیقی مضامین"از مالک رام،مکتبہ جامعہ دہلی،دسمبر ۱۹۸۴ء

۲۔ محمد حسن پروفیسر"ادبی تحقیق کے بعض مسائل""مشمولہ"اردو میں اصول تحقیق"(انتخابات مقالات) جلد دوم،مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،طبع اول جون ۱۹۸۸ء

۳۔ شبلی نعمانی،مولانا"سیرت النبی"جلد اول سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

۴۔ ایم سلطانہ بخش،ڈاکٹر"مقدمہ""مشمولہ"اردو میں اصول تحقیق"(انتخاب مقالات) جلد اول،مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش،ورڈ ویژن پبلشرز اسلام آباد،طبع چہارم،۲۰۰۱ء

۵۔ ش اختر،ڈاکٹر"موضوع کا انتخاب""مشمولہ"اردو میں اصول تحقیق"(انتخاب مقالات) جلد اول مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر ''تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول'' مشمولہ ''نئی تنقید'' از ڈاکٹر جمیل جالبی مرتبہ خاور جمیل، رائل بک کمپنی کراچی، طبع اول ۱۹۸۵ء۔

۷۔ سید جمیل احمد رضوی ''دستاویزی طریق تحقیق'' مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (انتخابات مقالات) جلد اول مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش

۸۔ عبدالستار ردلوی، پروفیسر ''مقالہ کی پیش کش'' مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (انتخابات مقالات) جلد اول مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش

۹۔ غلام سرور کرنل ''حوالہ جات کا طریقہ کار'' مشمولہ ''اردو میں فنی تدوین'' مرتبہ ڈاکٹر ایس تاز، ادارہ تحقیقات اسلامی + مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۱ء۔

۱۰۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر ''حوالہ نگاری کا فن'' مشمولہ ''ادبی تحقیق کے اصول'' از ڈاکٹر تبسم کاشمیری مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ ارشاد احمد شاکر اعوان، ڈاکٹر ''حواشی و تعلیقات'' مشمولہ ''اردو تحقیق'' انتخابات مقالات، مرتبہ ڈاکٹر عطش درانی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول ۲۰۰۳ء۔

۱۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر ''تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول'' مشمولہ ''نئی تنقید'' مرتبہ خاور جمیل

۱۳۔ گیان چند، ڈاکٹر ''مقالے کی تسوید'' مشمولہ ''تحقیق کا فن'' از ڈاکٹر گیان چند، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد طبع دوم ۲۰۰۲ء۔

۱۴۔ جمیل احمد رضوی، ڈاکٹر ''دستاویزی طریق تحقیق'' مشمولہ ''لائبریری سائنس اور اصول تحقیق'' از ڈاکٹر جمیل احمد رضوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

۱۵۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر: کلاس لیکچر برائے پی ایچ ڈی کورس ورک، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد سیشن جنوری ۲۰۰۰ء۔ جون ۲۰۰۲ء۔

۱۶۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر، کلاس لیکچر برائے پی ایچ ڈی کورس ورک، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد سیشن جنوری ۲۰۰۰ء، جون ۲۰۰۲ء۔

مجلّہ ---------- تخلیقی ادب (ISSN # 1814-9030)

اشاعت ---------- سالانہ

شمارہ ---------- پانچ - جنوری دو ہزار آٹھ

سرورق ---------- عابد سیال

ناشر ---------- نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، ایچ نائن، اسلام آباد۔

پریس ---------- نمل پرنٹنگ پریس، اسلام آباد۔

ای میل شعبہ اردو ---------- numl_urdu@yahoo.com

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

تخلیقی ادب
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد